لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

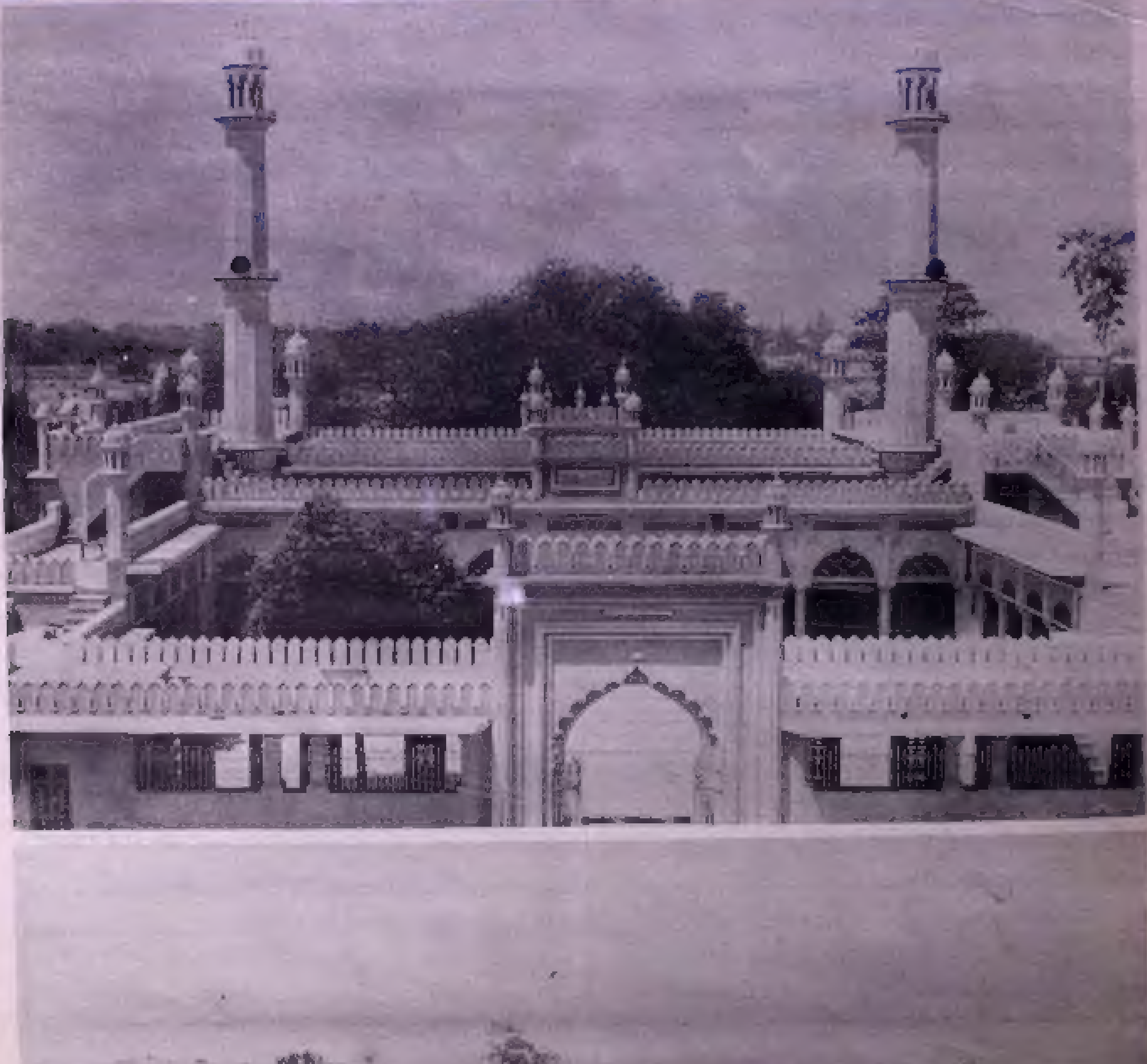

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس ندوی مرحوم

بات چیت کا ادب

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ ۱۰) اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپس میں جب باتیں کی جائیں، تو اچھی باتیں کی جائیں، اچھے انداز سے ہو، بولنے کا لہجہ نرم ہو، بات میں سختی نہ آنے پائے۔ جس سے باتیں کی جائیں اس کے مرتبہ کا لحاظ کیا جائے، بڑوں سے ادب کے ساتھ اور چھوٹوں سے محبت اور پیار کے ساتھ بات کرنا چاہیے۔ زبان سے ایسی بات نہ نکالی جائے جس میں کسی پر طعن ہو، یا جس سے کسی کی ذلت ہو، اللہ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ (حجرات ۲) اور نہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعن دو اور نہ برے لقب کا نام لے کر پکارو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، اور نہ بد زبانی کرتا ہے! فرمایا جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ بولے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے!

حضرت حارث بن ہشام نے حضورؐ سے کہا کہ کوئی ایسی چیز بتائیے جس کا میں پابند ہو جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس کو قابو میں رکھو۔

فرمایا، اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

بے شرمی کی باتوں سے بچنا چاہیے، انصاف اور سچائی کی گفتگو کرنا چاہیے! بات میں جلدی نہ کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا!

جب چند لوگوں کے سامنے بات کہی جائے تو سب کی طرف توجہ رہے، ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک کی طرف منہ کیا جائے تاکہ دوسروں کو شکایت نہ پیدا ہو۔

گفتگو مختصر الفاظ میں کرنا چاہیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ مختصر گفتگو کروں، کیونکہ اختصار بہتر ہے۔

عورتیں جب غیر مردوں سے بولیں تو بات اور لہجہ میں لوچ نہ ہو۔

بات کی جائے تو آہستگی کے ساتھ، بے موقع چیخ چیخ کر باتیں کرنا حماقت کی نشانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بہت میٹھی ہوتی تھی، آپ بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔

سلام کا ادب

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ (نساء ۱۱) اور مسلمانو! جب تم کو کسی پر سلام کیا جائے تو تم (اس کے جواب میں) اس سے بہتر (طور پر) سلام کرو، (یا کم سے کم) ویسا ہی جواب دو۔

مسلمان جب ایک دوسرے سے ملیں تو "السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) کہیں، اس سے برکت ہوتی ہے، آپس میں محبت بڑھتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک آپس میں محبت نہ کروگے! میں تم کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ جب تم اس کو کروگے تو آپس میں محبت کرنے لگوگے، اور وہ یہ ہے کہ "سلام کو پھیلاؤ" سلام کرنے کے لئے جانے اور انجانے بڑے اور چھوٹے کا فرق نہیں، ہاں ادب کے خیال سے چھوٹا بڑے کو، گذرنے والا بیٹھنے والے کو، اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے، سوار کو پیدل چلنے والے کو سلام کرنا چاہیے۔

گھر میں جانے کے وقت بیوی بچوں کو سلام کرو،

مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت بھی لوگوں کو سلام کرو،

جس کو سلام کیا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ سلام کا جواب اسی طرح یا اس سے اچھے طریقے سے دے! یعنی سلام کرنے والے نے جو الفاظ کہے ہیں ان پر اور مناسب لفظوں کو زیادہ کر دے!!

محسن انسانیتؐ نے فرمایا

اسلام میں حکومت کا سب سے زیادہ نااہل شخص وہ ہے جس میں اقتدار کی سب سے زیادہ ہوس ہو۔

عن ابی موسیٰ قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا و رجلان من بنی عمی فقال احدھما یا رسول اللہ امرنا علی بعض ما ولاک اللہ وقال الآخر مثل ذلک فقال انا واللہ لا نولی علی ھذا العمل احدا سألہ ولا احدا حرص علیہ وفی روایۃ قال لا نستعمل علی عملنا من اراده۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں تھا اور میرے ساتھ میرے دو چچازاد بھائی تھے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمراں بنایا ہے اس کے کسی حصہ پر ہمیں بھی حاکم بنا دیں، اور دوسرے نے بھی یہی درخواست کی اس پر آپ نے ناگواری سے فرمایا خدا کی قسم جو شخص بھی ہم سے حکومت کا طلبگار ہوگا یا اس پر حریص نظر آئے گا ہم اس کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں، ایک روایت میں یوں ہے جو شخص خود کارندہ بننے کا طالب ہو ہم اس کو اپنا کارندہ مقرر نہیں کریں گے۔

عن عبد الرحمٰن بن سمرة قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسأل الامارۃ فانک ان اعطیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا وان اعطیتھا عن غیر مسئلۃ اعنت علیھا۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھنا حکومت کی خواہش کبھی نہ کرنا کیونکہ اگر خود سوال کرنے کے بعد تم کو حکومت مل گئی تو خدائی اعانت تمہارے ساتھ نہ ہوگی اور تم کو خود ہی سنبھالنی پڑے گی اور اگر بے مانگے مل گئی تو اس کے نظام میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔

شرح: اس حدیث سے اوپر کی حدیث کی شرح خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جو شخص خود طالب حکومت ہو اس کو شرعاً حاکم بنانا کیوں ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت اتنی بڑی ذمہ داری ہے جس کو انسان اپنے ضعیف ہاتھوں سے کبھی انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ اس کی پشت پر خدائی طاقت نہ ہو اس کو صرف ایک معمولی بات نہ سمجھے بلکہ کسی جہاز کے کپتان سے پوچھ کر دیکھ لیجئے جو ہر قسم کے آلات کے باوجود جب سمندر میں اپنے جہاز کو چلاتا ہے تو اس کا تعلق خواہ کسی مذہب سے ہو مگر اس کی نظر ہمیشہ قدرت الٰہیہ پر لگی رہتی ہے کیونکہ اپنی آنکھوں سے وہ یہ دیکھتا رہتا ہے کہ اب اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کی اتنی زبردست مخلوق کے ساتھ ہے کہ اس کے بڑے سے بڑے جہاز کی حیثیت اس کے مقابلہ میں ایک تنکے کے برابر بھی نہیں بیشک وہ آلات کے ذریعہ یہ پہچان لیتا ہے کہ طوفان فلاں سمت سے آرہا ہے اور کس رفتار کے ساتھ آرہا ہے لیکن ابھی تک کوئی آلہ ایسا ایجاد نہیں ہوا جو اس آنے والے طوفان کا رخ اس کے جہاز کی جانب سے بدل کر دوسری جانب کر سکے اس لئے وہ جانتا ہے کہ ہر قسم کے آلات کے باوجود نجات مشکل ہے اور اسی لئے اس کی نظر ہمیشہ زبردست قدرت پر لگی رہتی ہے، اسی طرح جو شخص حکومت کو از خود طلب کرتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کتنی مختلف طبائع اور کتنے مختلف المزاج لوگوں کی ذمہ داریاں اٹھا سکتا ہے اور اکثر حالات میں ممکن ہے بالخصوص جاہ سے دور میں کہ کسی سمت سے بھی اور کسی وقت بھی اچانک انسانوں کے جذبات کا طوفان اٹھ کھڑا ہو تو کیا اس کے دست و بازو میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اس کا مقابلہ خود کر سکتا ہے۔

اسلامی قانون میں ظاہری نظام کے ساتھ ہر ہر موقع پر ایک دوسرا کہیں باطنی نظام سے کام ہو نظر نہیں آئے گا اور یہی مسلمانوں کی اور اسلامی قانون کی بڑی وجہ ہے جو آج ہمارے موجودہ علوم سے منکشف ہو چکی ہے مثلاً آفتاب اور ماہتاب کا طلوع اور غروب ہونا پہلے قدیم فلسفہ میں حرکت فلک اور خود ان سیارات کی حرکت کا نتیجہ تھا اور موجودہ زمانہ میں یہ سب کچھ زمین کی حرکت سے متعلق ہے، اسلامی نقطۂ نظر میں ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک جانب پر زور نہیں دیا گیا لیکن یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ شمس و قمر جیسے سیارات خواہ کتنے ہی اسباب ظاہری کے ساتھ مربوط نظر آئیں لیکن باطنی نظر میں ان پر خدا کا ایک زبردست فرشتہ بھی مقرر ہوتا ہے جس کے ماتحت یہ اپنے محوروں میں وہ مسخر ہو رہے ہیں۔

زرِ اشتراک اندرونِ ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے۔ ششماہی: سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرونِ ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۶ شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ، کناڈا اور یورپین ممالک:
۳ پونڈ
افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے ممالک ۲ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے — بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

تعمیرِ حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۱۵ | ۲۵ جون ۱۹۷۸ء — ۱۷ رجب ۱۳۹۸ھ | شمارہ ۱۶

اسحاق جلیس ندوی

علماء اور ذہنی قیادت

برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں ہزاروں دینی مدارس ہیں، جہاں سے ہر سال کثرت سے علماء نکلتے ہیں۔ ان علماء کی دینی اور علمی خدمات، دعوت و تبلیغ میں مساعی اور اسلامی شریعت کی ترویج و اشاعت میں کوشش و جد وجہد کے اعتراف کے باوجود، عصرِ حاضر میں ذہنی، سماجی اور ملکی قیادت کے میدان سے ان کے تغافل و بے نیازی اور بے عملی کا خمیازہ پوری ملت کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔

قیادت کا یہ مقام ادب، صحافت اور سیاست کے میدان میں موثر کردار ادا کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ادب، صحافت اور سیاست کے میدان پر وہ طبقہ چھایا ہوا ہے جس کا ذہن غیر دینی تعلیم و تربیت کے سانچے میں ڈھلا اور دین مخالف ماحول میں پروان چڑھا ہے۔

یہ گروہ نام کی حد تک تو مسلمان ہے لیکن دل و دماغ کی مسلمانی کی تہمت سے پاک، ذہنی قیادت کے تمام ذرائع اور وسائل پر یہ حاوی ہے اور جس رخ پر چاہتا ہے قوم کو ہانک لے جاتا ہے۔ علماء کے ہاتھ سے ملت کی قیادت کی باگ ڈور چھین لینے میں مغربی استعمار کی منصوبہ بند سازش، علماء کو بے وقعت، کم فہم، زمانہ ناشناس ثابت کرنے کی انگریزوں کی مہم نے گزشتہ کئی صدی تک علماء کا اعتماد نئی نسل کے ذہن سے اٹھا دیا۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انگریزوں کے ہاتھوں تراشیدہ نام نہاد مسلمان ملت مسلمہ کے قائد بن بیٹھے۔ رہی سہی کسر ہماری غفلت نے پوری کر دی، ہم نے اپنے نظامِ تعلیم کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس کے ذریعہ علماء کو ذہنی قیادت کا مقام حاصل ہوتا اور قوم ان کی قیادت میں اپنی نجات و فلاح کو مقدر سمجھتی۔

نئی نسل کو علماء سے کاٹنے کی کوشش و سازش ناکام ہو جاتی اگر ہمارے اداروں سے ادب و صحافت اور حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے افراد کی ایک معتد بہ تعداد پیدا ہوتی جو وقت کی زبان و اسلوب میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے۔ ذرائع ابلاغ پر ان کا قبضہ ہوتا، سیاسی ہنگامہ آرائی سے دور رہ کر بھی وہ سیاست کے مدو جزر پر گہری نظر رکھتے اور اس میدان میں اپنے تربیت یافتہ لوگوں کو اتارتے، سیاست میں ہم جوش و جذباتی نا عاقبت اندیش طالع آزما اور اپنے ذاتی اغراض کے لئے پوری قوم کو جوئے پر لگانے والے لیڈروں کے لئے گنجائش نہ رہتی۔

صحافت پر اس بے ضمیر طبقہ کا قبضہ نہ ہوتا جو سیاہ کو سفید بنانے اور قلم کی آبرو بیچنے پر ہر وقت تیار رہتا ہے، جس کی غیر ذمہ داری اور ناقص معلومات پر ہم نے ماتم کرتے اور اخبار مضحکہ اڑاتے ہیں۔

ادب ان لوگوں کا اجارہ نہ بنتا جو "خاص ادب" پہن کر افکار و خیالات کو در آمد کر کے ذہنوں کو مسموم بنا کر، ہر بے ادبی کو ادب کی صنف قرار دیتے ہیں، جو ادب کو ذہن و فکر کی تطہیر کا ذریعہ اور عوامی احساسات کا ترجمان سمجھنے کی بجائے مخصوص سیاسی اور مادی نظریات کے پرچار کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، جن کے نزدیک دینی اور اخلاقی قدروں کا نام رجعت پسندی اور اخلاقی بے راہ روی، فکر و عمل کی آزادی کا نام ترقی پسندی ہے۔

ہمارا معاشرہ جس انتشار کا شکار اور قوم جس قیادت کی منتظر ہے اس کا احساس ہمارے علماء اور دینی مدارس کے ذمہ داروں میں پیدا ہو جائے تو ایک ایک لمحہ کو وہ قیمتی سمجھ کر اپنی صفوں کو درست کرنے میں لگ جائیں — کاش! ایسا ہوتا —

جامعہ محمدیہ
اور جامعۃ الصالحات مالیگاؤں

مہاراشٹر کے صنعتی شہر مالیگاؤں میں ۳۰ اپریل و یکم مئی ۱۹۷۸ء کو جمعیۃ اہلحدیث ایجوکیشنل سوسائٹی بمبئی کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک اور بیرون ملک کے علماء نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس الشیخ محسن بن عباد العباد (وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی) کی صدارت میں ہوا۔ اس موقع پر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی تقریر بھی ہوئی (یہ تقریر گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکی ہے)۔

اس دو روزہ کانفرنس کے موقع پر جامعہ محمدیہ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، جو شہر سے متصل ایک وسیع اراضی میں ہے۔

۲۹ اپریل کو اسی شہر میں طالبات کی درسگاہ جامعۃ الصالحات کا دسواں سالانہ جلسہ ہوا۔ جامعۃ الصالحات کی نئی عمارتوں، ہوسٹل اور درسگاہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ لڑکیوں کے اس مدرسہ نے تھوڑی مدت میں خاصی ترقی کی۔ مولانا اور ان کے رفقاء کی مدرسۂ ملت اور مدرسۂ بیت العلوم میں بھی حاضری ہوئی۔

رابطۂ عالمِ اسلامی نے . . . . .

فقۂ اسلامی کی تدوین و تشکیل کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے

جو عالمِ اسلام کے ممتاز علماء، ماہرینِ فقہ و قانون اور دانشوروں پر مشتمل ہے۔

اس کمیٹی میں پاکستان سے مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی اور ہندوستان سے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کو شریک کیا گیا ہے۔

سرورق پر تصویریں: (اوپر) دار العلوم ندوۃ العلماء کی عالیشان مسجد کا بیرونی منظر
(نیچے) مدرسۂ ابتدائی و ثانوی (معہد دار العلوم ندوۃ العلماء)

لمحۂ فکریہ

بے مقصد و آوارہ، آوارہ و ناکارہ

مولانا عبد الملک الجامعی والمحمدی

ان بچوں کو جو گھر میں کسی کی نہیں سنتے کوئی کام نہ کاج واہی تباہی پھرتے ہیں۔ ہم آوارہ کہتے ہیں اسی طرح وہ آدمی بھی جن کا جسمانی اور ذہنی طور پر کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا، آوارہ کہلاتے ہیں آوارگی دراصل ایک بے مقصد زندگی کا نام ہے چاہے کسی بچہ میں ہو یا بڑے میں، اور یہی بے مقصدی کسی قوم میں پائی جائے تو اس کو بھی آوارہ کہیں گے معاف فرمائیں اگر یہ کہوں کہ مدت سے یہ کیفیت امت مسلمہ پر طاری ہے، اس کا کوئی مقصد ہے نہ کوئی منزل ہے نہ مقصود، بقول شخصے

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

راہبر کو کیا پہچانیں جب اسے منزل ہی کی خبر نہیں۔ کیا دنیا کی دوسری قوموں کا بھی یہی حال ہے؟ جی نہیں، ہرگز نہیں، آپ اپنے ہم وطنوں کو ہی دیکھیں مسلمان کا چھوا پینا ان کے یہاں حرام ہے، اس کا ہاتھ کسی برتن کو لگ جائے تو مٹی سے اس کو مانجھنا ضروری ہے، میں نہیں کہتا کہ نفرت اس کا مذہب تھا، لیکن یہاں مسلمان اور ہریجن کو ناپاک جاننے کے دھرم سے آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ یہ اس کا ایک ہی شعار تھا، ہزار برس آپ نے حکومت کی مگر اس نے اپنے شعار کی ایسی مضبوطی سے حفاظت کی کہ بالآخر محکوم سے حاکم بن گئی، یہود کا بھی ایک مذہب تھا جس کو وہ کسی آن بھولتا نہیں تھا وہ تھا ہیکل سلیمانی کی واپسی، دو ہزار برس یہ لوگ دیوار گریہ کو روتے رہے اور رو رو کر مانگتے رہے ان دو ہزار برس میں کبھی ایک دن بھی غافل نہیں ہوئے آخر حاصل کر لیا کامیاب ہو گئے۔ رہے نصرانی یعنی عیسائی، اسلام کے بعد سب سے بڑا مذہب یہ لوگ تو اپنے مقصد میں اتنے پختہ اور ایسے سرگرم ہیں کہ ان کا کوئی مقابلہ ہی نہیں کرسکتا، تجارت کے نام سے ہندوستان میں داخل ہوئے طبابت ڈاکٹری کے ذریعہ سکہ جمایا، اور پھر اس کو حکام حکومت کے کام میں لائے یہاں تک سلطنت کی نوبت آ گئی، آپ اب تک یہ سمجھتے ہیں یہ سلطنت حکمت مال کی ہوس میں تھی، ایسا نہیں، اگر تحقیق فرمائیں تو عیاں ہو جائے گا کہ یہ لوگ عارف تھے مخلص تھے اپنے ملی اور قومی مقاصد کے لئے اور وہ مقصد تھا عیسائیت کا فروغ و انتشار، آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سلطنت قائم ہوتے ہی ہندوستان میں کس زور کی آندھی آئی تھی اور کس غضب کا طوفان اٹھا تھا نصرانیت اور عیسائیت کا، بازاروں اور گلیوں میں چوراہوں پر اور گرجوں میں دھواں دھار تقریریں ہوتی تھیں اور ہزاروں اس لپیٹ میں آ گئے تھے اور اب تو لاکھوں اور کروڑوں ہیں، علاوہ اس "ڈائرکٹ ایکشن" براہ راست عمل کے، یہ اسپتال، یہ اسکول یہ کالج، یہ کانونٹ اور شہر شہر یہ آخر کیا تھے، یہ عیسائیت کا اڈا نہیں تھے اور کیا نہیں ہیں، اسپتالوں کے ڈاکٹر عورت یا نرسیں، اسکولوں کے ماسٹر عورت یا مرد ان کے پروفیسر پڑھانا لکھانا سیکھنا سکھانا، علاج معالجہ سب بعد کی چیزیں ہیں سب سے پہلی، بنیادی، اساسی چیز عیسائیت کو دل میں اتارنا ہے حتی کہ وہ تجارت جو دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلی ہوئی ہے اس کی اصل اور بنیادی غرض بھی عیسائیت کا فروغ ہے اور یہی وجہ ہے اس کے اخلاق کے عالی اور گرامی ہونے کا، جس کی مدح و ثنا میں ہماری زبانیں خشک ہوتی ہیں، اور نہیں جانتی ہیں ان کا سب سے بڑا جال ہے مشنری جو جا بیٹھیاں عالی مقام مستشرقین اور تمام مذہبی ادارے جو اپنی اپنی جگہ اب کام کر رہے ہیں ان سب وسائل خفیہ کے علاوہ ہیں جو انسان کو اندر ہی اندر ان کی طرف مائل کر دیتے ہیں بلکہ اس لئے کہا کہ جہاں وہ در پردہ کام کرتے ہیں اور اور دیتے ہیں علی الاعلان بھی پچیس سال پہلے ڈھاکہ میں ایک نوجوان نے بتایا کہ لوگ مجھے دس ہزار نقد دے رہے ہیں اور شادی کا حتمی وعدہ کرتے ہیں، یہ ایک معمولی نوجوان تھا، بڑی پوزیشن کے لوگوں پر لاکھوں خرچ کرنے میں کب تکلف ہوتا ہو گا "ریڈ کراس" (صلیب احمر) کی دھوم ساری دنیا میں کیوں مچی ہوئی ہے، آپ سمجھتے ہیں یہ سب فرشتے ہیں آسمان سے اتر آئے ہیں آپ کی بے لوث خدمت میں لگے ہوئے ہیں، آپ کو خبر نہیں اس کا احمر (لال) آپ کا خون چوسنے کے لئے ہے اور اس کی صلیب آپ کے ایمان کو پھانسی دینے کے لئے۔

بنگلہ دیش اور پاکستان میں تو ان کو وہ فروغ حاصل ہوا ہے کہ باید و شاید، صلیب کا ذکر آئے تو عرض کروں یہ ان کا سب سے بڑا شعار ہے اور یہی سب سے بڑی علامت ہے اس بات کی کہ وہ کبھی بھی اپنے مقصد وجود سے غافل نہیں ہوتے، آپ حیران ہوں گے کہ چھوٹی سے چھوٹی کیل اور ننھے سے ننھے پیچ سے لیکر بڑے بڑے ہوائی جہاز اور راکٹ تک کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جس پر اس کی چھاپ لگی ہوئی نہ ہو، ان کا آرٹسٹ اپنی فنی مہارت کو اس کے بنانے میں اس طرح استعمال کرتا ہے کہ آپ پہلی کیا دوسری تیسری نظر میں بھی اس کو پہچان نہیں سکتے، اور جب پہچان جائیں گے تو حیران رہ جائیں گے، ہند و پاک کا حال تو معلوم نہیں لیکن یہاں عربی ممالک میں جہاں خود کوئی چیز بنائی ہی نہیں جاتی، کھانے کی رکابیاں، چائے کی پیالیاں، قابیں، طشتریاں، ہینڈ گلاس، قہوہ کے فنجان، حلوے کے ڈبے حتی کہ شکر گھولنے کے لئے چھوٹے چھوٹے چمچے بھی اپنے وجود کے مطابق نہایت نمایاں، شاندار اور بہت خوبصورت صلیبوں کے ساتھ وارد ہوتے ہیں ذوق و شوق کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، عجیب ساری دنیا کا مسلمان خریدتا ہے، ناز کرتا ہے فخر کرتا ہے اور گھر کی الماریوں اور طاقوں کو ان سے سجاتا ہے، یہ تو برتنوں کی بات تھی، یوں استعمال کی کونسی چیز ہے جو اس سے خالی ہو، گھڑیوں کو لیجئے ایک گھڑی تو کہلاتی ہی "ابو صلیب" صلیب والی، ہے اور شاید سب سے زیادہ وہی فروخت ہوتی ہے اور ساتی کوئی گھڑی ایسی نہیں ملے گی جس کے اندر یا باہر خصوصیت سے بنائی ہوئی صلیب موجود نہ ہو، میں نے ایک دوست کو توجہ دلائی، بات سمجھ میں آ گئی اس نے سارا مال سوئزرلینڈ واپس کر دیا، ہزاروں کا نقصان اٹھانا گوارا کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اس کی اجازت ہی سے صلیب کی جائے"۔ ٹیلیفون بنا کر بیچا دیا، ڈبلیو ایچ او کی طرح ان خاص نشانات میں سے ہے جو شعار نصرانیت کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، اور اب تو ان ہی گھڑیوں پر اتنی بڑی صلیب بن کر آ رہی ہے کہ خود گھڑی اس سے شرماتی ہے، مگر کمال آرٹسٹ کا ہے کہ لوگ اس کو صلیب نہیں سمجھتے، الا یہ کہ ان کو جتلایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ عیسائی قوم کا ایک ہی مقصد ہے، عیسائیت کا فروغ ہر وسیلہ اور ہر طریق سے۔ وہ ایک پل کے لئے بھی اپنے مقصد کو فراموش نہیں کرتی۔ چھوٹا بڑا غلام ہو یا بادشاہ۔ آپس کے ہزار اختلاف کے باوجود اس مشترک مقصد حیات سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

مغربی جرمنی نے مسز گریس کو بڑا اعزاز عطا کیا ہے، وہ کیا ہے "صلیب کبیر" (بڑی صلیب) جان کینیڈی کی مشہور بیوہ کے شوہر جدید یونانی لڑکے کا جب انتقال ہوا تو سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اس کو فلاں خاص گرجا گھر ہی میں دفن کرنا ہے۔ اس کے معنی ہیں ان کے یہاں مذہب کبھی کوئی بھولتا نہیں، سب مذہبی ہوتے ہیں اور سب عیسائی ہوتے ہیں، اعزاز و انعام پر یاد آیا کہ ہمارے یہاں بھی سب سے بڑا اعزاز و انعام صلیب کی شکل میں ہوتا تھا۔

"وکٹوریہ کراس" (وکٹوریہ والی صلیب۔ اب بھی اگر پرانے سکوں کو دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ وکٹوریہ اور جارج پنجم دونوں کے تاج پر صلیب بنی ہوئی ہے اسی طرح انگلینڈ کے سکوں پر، اور ڈاک کے ٹکٹوں پر، اور یہ تاج برطانیہ کی قید نہیں ساری عیسائی بادشاہوں کے تاج پر صلیب موجود ہے اور ہاں ایک دن آپ یورپ کے ممالک کے قومی پرچم (جھنڈے) کی تصویریں سامنے رکھیں ان میں شاید ایک جھنڈا بھی ایسا نہیں ملے گا جو صلیب سے نہیں بنایا گیا ہے خود انگریزی جھنڈا "یونین جیک" سیکڑوں سال ہم اس کے سایہ میں رہے ہیں صلیب سے نہیں بنا تو کس چیز سے بنا ہے؟؟

پرنٹر پبلشر مسئول سید محمد حسنی نے ندوہ کے آفسٹ پرنٹنگ، دہلی میں چھپوا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

سود ـــــ چند تجربات

چند عبرت انگیز واقعات

محمود شیت خطاب ـــــ ترجمانی: محمد انس ندوی

★

"یمحق اللّٰہ الربا ویربی الصدقات" (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے)۔

سورہ بقرہ کی یہ آیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ایک طرف تو ریاضی دانوں اور اعداد و شمار کے ماہرین کو حیرت میں ڈال دیا اور ان کے نظریات کو یکسر باطل قرار دیا اور دوسری طرف یہی آیت مسلمانوں میں دینی جذبات پیدا کرتی ہے اور انہیں سعادت و اطمینان کی دولت سے نوازتی ہے۔

لغوی اعتبار سے محق کے معنی کم ہونا، ختم کرنا اور مٹا دینا ہے "محق اللّٰہ العمل" کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کی برکت کو ختم کر دیا، یا اس کو بے کار و بے سود کر دیا۔ اور ربا کے معنی لغوی نمو اور افزائش کے ہیں۔ ربی المال یعنی مال بڑھ گیا، زیادہ ہو گیا۔

شرعی اعتبار سے ربا، ہر اس اضافے کو کہتے ہیں جو بلا عوض دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے مشروط ہو، اور علم اقتصاد میں ربا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو قرضدار قرضخواہ کو علاوہ مال مقروض کے بعض شرائط کی بنا پر ادا کرے۔ ویربی الصدقات کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مال کی مقدار میں برکت و زیادتی پیدا فرماتے ہیں جس میں سے صاحب مال بطور صدقہ خرچ کرتا ہے۔ صدقات، صدقہ کی جمع ہے اور صدقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ثواب کی نیت سے دی جاوے اور اس سے عزت و جاہ طلبی مقصود نہ ہو،

لیکن عدد کی وہ منطق جس پر علمائے ریاضی یا ان کے علاوہ جن لوگوں کا اعتقاد و یقین ہے اس آیت کریمہ کے سامنے موجب حیرت بن جاتی ہے۔

عددی منطق اور حساب و کتاب کے گنے کا آرڈ کیپر تو اس طرح حساب لگاتا ہے کہ ..... اگر کوئی شخص مثلاً ایک ہزار پونڈ کا مالک ہو پھر وہ اس رقم کو کسی دوسرے کو دیدے یا ایسے بینک میں جمع کر دے جہاں سے اسے سالانہ فی صدہ ۵ پونڈ سود ملتا ہے تو اس کو ایک ہزار پونڈ پر ہر سال ۵۰ پونڈ سود ملا کر رقم بڑھ گئی، اس طرح اس کی وہ رقم جو صرف ایک ہزار تھی اب بڑھ کر ایک ہزار ۵۰ پونڈ ہو جائے گی۔ دوسری صورت میں اگر اسی مقدار کی رقم کا مالک کوئی مسلمان ہو اور وہ ہر سال چالیسویں حصہ کے اعتبار سے ۲½ فیصد زکوٰۃ نکالتا ہے۔ اس طرح ہر سال اپنی رقم ایک ہزار پونڈ سے ۲۵ پونڈ زکوٰۃ میں نکالے گا تو اس کی وہ رقم جس کی مقدار ایک ہزار تھی سال بھر کے بعد ۹۷۵ پونڈ رہ جائے گی اور اگر زکوٰۃ کے ساتھ یہی شخص صدقہ کے طور پر بھی مثلاً ۷۵ پونڈ نکال دے تو اب اس کی رقم صرف نو سو پونڈ بچے گی حالانکہ وہ اس سے پہلے ۱۰۰۰ پونڈ تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "یمحق اللّٰہ الربا ویربی الصدقات"، عددی منطق، علمائے ریاضی کے فلسفے اور حساب کرنے والے آلات کے نتائج کو جھٹلا دیتا ہے اور تلخ حقائق بھی ان چیزوں کی تکذیب کرتے ہیں، ہر وہ شخص جسے زندگی کے بارے میں کچھ تجربہ ہے، وہ بہت سے ایسے واقعات بیان کر سکتا ہے جو ان سارے اعداد و شمار کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہوں گے کیونکہ یہ تجربہ اور حقائق صرف مسلمانوں ہی کے نقطۂ نظر سے نہیں ہے بلکہ غیر مسلموں کے نزدیک بھی مسلّم ہے حتیٰ کہ انفرادی و اجتماعی اور قومی و عالمی پیمانے پر بھی اس کا اعتراف ہے۔

جو شخص مال حرام کا عادی ہوتا ہے اور حرام چیزیں اس کی خوراک بنتی رہتی ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے دنیا ہی میں مال و اولاد کے فتنے یا صحت و عقل کی خرابی میں مبتلا فرما دیتے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حرام کی عادت صرف سود ہی میں منحصر ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ تجاوز کر کے ہر اس صورت کی خوگر ہو جاتی ہے جس سے مال حرام حاصل کیا جا سکتا ہو، خواہ رشوت و دھوکہ و فریب کی صورت سے ہو یا ذخیرہ اندوزی و نفع خوری سے ہو یا جا بے جا خرید و فروخت اور جوئے کے ذریعے ہو یا ہیز اجرت کام اور بلا عوض چیز لینے کی صورت ہی ہو یا اس کے علاوہ اور دوسرے طریقوں سے ہو۔

مال حرام کے عادی اور اس کو پسند کرنے والوں کے واقعات پیش کرنا چاہوں تو کافی تفصیل درکار ہوگی۔ یہاں چند واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں ایک ایسے تاجر کو جانتا ہوں جس نے چند سال سودی کاروبار کیا اور خوب مالدار ہو گیا۔

یہ سود خور تاجر تاجروں کے بکریوں کے تاجروں کو روپے قرض دیا کرتا تھا، اتفاق سے موصل کے علاقہ میں ۱۹۱۸ء میں بہت برف باری ہوئی جس کی وجہ سے ساری بکریاں ختم ہو گئیں، سارے تاجر مفلس ہو گئے، سود کا معاملہ کرنے والے شخص سے جس نے ایک بڑی رقم قرض لے کر سود پر ان تاجروں کو قرض دیا تھا، مطالبے شروع ہو گئے جس کی ادائیگی سے وہ قاصر رہا۔ عدالت نے اسے دیوالیہ قرار دیا۔ تاجر یہ صدمہ برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے فالج کا اثر ہو گیا، اب وہ خانہ نشین تھا، اس کی عیادت کو کوئی جاتا نہ کوئی اس کی خیریت پوچھتا۔ کچھ ہی دن بعد فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی، اس نے اپنے بعض رشتہ داروں سے مدد چاہی لیکن نہ کسی رشتہ دار نے اسے پوچھا اور نہ کسی دوست نے مدد کی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

اس کے جنازے کے ساتھ صرف اس کے لڑکے تھے اور وہ لوگ تھے جنھیں ان لوگوں نے جنازہ اٹھانے کے لئے کرایہ پر بلایا تھا۔

جنازہ ایک مسجد میں لے گئے تو امام نے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح ایک اور شخص کو جانتا ہوں جو سودی کاروبار کرتا تھا اس کے دو لڑکے تھے ایک ڈوب کر مر گیا اور دوسرے نے خودکشی کر لی۔ باپ اس صدمے کی تاب نہ لا سکا اور چند ہی دنوں میں مر گیا، اب اس کی دولت کے وارث اس کے دور کے رشتہ دار ہو گئے جنھوں نے اس مال کو اللہ کی ناراضگی میں جا بیجا خوب صرف کیا۔

اسی طرح ایک اور شخص تھا وہ سود خوری کی وجہ سے پاگل ہو گیا اور اپنی اولاد و بیوی کے لئے مصیبت بن گیا۔ اس کے لڑکے اسے مارتے پیٹتے اور بیوی ہر دم یہی بد دعا کرتی کہ کسی طرح یہ مر جائے۔

اسی طرح ایک پوری پارٹی تھی جن کے درمیان شیطان نے ایک مختصر مدت کے لئے اتفاق و اتحاد پیدا کر دیا سب نے مل کر ایک سودی بینک قائم کیا، پھر اس میں پھوٹ پڑ گئی ان میں سے ایک گاڑی کی زد میں آ کر مر گیا، دوسرا مرض سل میں مبتلا ہو گیا، اور بقیہ بھی اسی طرح ختم ہو گئے۔ ان کی اولاد کا بھی برا حال ہوا، کوئی عقل سے عاری تو کوئی مجرم عادی اور کوئی شرابی و جواری۔ سب کے سب پورے معاشرے کے لئے مصیبت اور بوجھ بن کر رہ گئے۔

سود خوروں کے ظاہری حالات سے ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے، ان میں سے اکثر یا تو کسی نہ کسی قسم کے جسمانی مریض ہوتے ہیں یا نفسیاتی و دماغی الجھنوں کا شکار رہتے ہیں۔ یا کوئی ایسا روگ لگا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کی راحت حرام اور جینا دشوار ہوتا ہے۔ جو قوم بھی سودی معاملات کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

اس زمانے میں انتشار جو نہیں عام ہے، نفسیاتی امراض پھیل گئے ہیں، یکجہتی و اتحاد کا شیرازہ پارہ پارہ ہو چکا ہے فحش و منکر اور ضلالت و بے دینی کا عام چلن ہے اعتماد کی جگہ شک و شبہ نے لے لی، ہر شخص کو بس اپنی فکر دامن گیر ہے۔ ایسے میں شقاوت و بدبختی ملت و فرد کو بالکل برباد کر دیتی ہے جس کا اصل سبب رزق حلال کا ناپید ہونا، اور حرام کا عام ہونا ہے۔

مجھے مسلسل ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے، جن کی روزی حلال ہو، میں جس شہر میں بھی جاتا ہوں وہاں کے صلحاء اور نیک لوگوں کے بارے میں ضرور پوچھتا ہوں، ان سے مل کر مجھے خوشی و مسرت محسوس ہوتی ہے اسی طرح کی نشست کا نام میں نے "جولات روحیہ" (روحانی دورہ) رکھا ہے۔ برخلاف دنیوی اعتبار سے صاحب وجاہت و مرتبت لوگوں سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا کیوں کہ ان سے مل کر اپنے قلب میں بہت ہی انقباض اور تنگی محسوس کرتا ہوں۔

میں پوری سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے ان نیک لوگوں سے مل کر جن کی تعداد بہت کم ہے، بہت فرحت و انشراح اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ میں ان کی نیکی کا اثر اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہوں جسے میں اپنے لئے بہت بڑا سرمایہ سمجھتا ہوں۔

اب میں ان لوگوں کے بھی واقعات پیش کرتا ہوں جن کے اموال میں صدقہ و زکوٰۃ نکالنے اور سود و حرام سے پرہیز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

برکت عطا فرمائی ہے۔

شیخ عمر الرضوانی بہت بڑے بزرگ عالم تھے، زکوٰۃ پابندی سے نکالنے کے ساتھ اپنی دولت سے صدقہ کے طور پر اس قدر خرچ کرتے تھے کہ جیسے انہیں فقر و غربت کا اندیشہ ہی نہ ہو، پہلی جنگ عظیم کے موقع پر جب کہ شہر موصل کو زبردست گرانی نے تباہ کر دیا تھا وہ رات میں اپنی پیٹھ پر کھانے پینے کا سامان لادتے اور غریبوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے، جب دروازہ کھلتا وہ سامان اندر ڈال کر رات کی تاریکی میں روپوش ہو جاتے۔

اسی طرح ایک اور بہت بڑے تاجر تھے ان کو اس قدر آمدنی ہوتی کہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا وہ فقراء و مساکین اور یتیموں و بیواؤں میں خوب بانٹا کرتے تھے جب ان کی وفات ہو گئی تو شہر موصل کے دو سو فقراء جن کی وہ کفالت کرتے تھے بے سہارا ہو گئے۔

خود مجھے بارہا ذاتی تجربہ ہوا کہ جب بھی میں نے اپنے محدود مال سے صدقہ نکالا ہے اس میں زیادتی ہوئی ہے اور مجھے جب بھی تنگدستی کا احساس ہوا، اللہ تعالیٰ نے فوراً خوشحالی کے ایسے مواقع عطا فرمائے جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا: بچپن سے میری یہ عادت رہی ہے کہ میں نے کسی سائل کو یا ایسے شخص کو جو مجھ سے سفارش کا طالب ہوا یا اپنے کسی کام میں میری مدد چاہی اسے واپس و محروم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت میں لگا رہتا ہے"۔

اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک عجیب و غریب واقعہ کو میں آج تک نہیں بھول سکا، حالانکہ اس طرح کے بے شمار تجربے ایسے بھی ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہے۔

۱۳۸۳ھ میں میں نے ادائے حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کا قصد کیا، میرے ساتھ میری والدہ مرحومہ بھی تھیں، ظہر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد اپنی ضعیف والدہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ وہ ضعف کی وجہ سے جب چلتے چلتے رک جاتیں تو میں بھی کھڑا ہو جاتا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر سہارے سے چل رہی تھیں اور میں ادھر ادھر نظر دوڑا رہا تھا کہ شاید کوئی شناسا نظر آ جائے، مسجد نبوی کے باب النساء کے مقابل سڑک پار کرنے کے بعد میں نے ادھیڑ عمر کے ایک مصری مرد اور عورت کو اپنے اپنے بیگ پر ٹیک لگائے فٹ پاتھ پر بیٹھے دیکھا، اگرچہ میں ان دونوں کو پہچانتا نہیں تھا پھر بھی میرا دل ان کی طرف مائل ہوا

میں نے ان دونوں ہی کے لئے غیر شعوری طور پر اپنے دل میں محبت و مہربانی کا جذبہ پایا اس شخص کے چہرے پر وجاہت، تقویٰ اور دیانتداری کے آثار نمایاں تھے، میں نے ان دونوں کو سلام کیا، میری ماں نے بھی عورت کو سلام کیا، پھر میں نے دونوں کو کھانے کی دعوت دی، اس آدمی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر دونوں اپنی جگہ سے اٹھنے لگے میں نے بھی ان کا سامان اٹھانے میں مدد کی اور لے جا کر ہوٹل میں اپنے کمرے میں رکھ دیا۔ پھر سب نے ساتھ کھانا کھایا، کھانے کے دوران میں نے اندازہ لگایا کہ یہ مصری شخص مالدار لوگوں میں سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا وہاں کپڑے کا ایک کارخانہ ہے، اور اس وقت اس کے پاس روپئے ختم ہو گئے ہیں کیونکہ حاجیوں پر زر مبادلہ لے جانے کی مقدار میں پابندی ہوتی ہے جس سے ساری ضروریات آسانی سے پوری نہیں ہوتیں۔ اس نے چند ہی گھنٹے قبل اپنے پاس بچا ہوا آخری سعودی ریال خرچ کر دیا تھا، اور پانچ دن کے بعد جدہ سے بذریعہ ہوائی جہاز اس کی روانگی متعین تھی۔ اس نے دوران گفتگو میں بتایا کہ اس نے اپنے اس چھوٹے ہوٹل کو جس میں اس کا قیام تھا آج ہی مجبوراً چھوڑا ہے کیونکہ اس کے پاس صرف اتنا روپیہ بچا تھا کہ کرایہ ادا کرنے کے بعد ناشتہ کے لئے کچھ بچ جاتا اس نے بتایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ میرے لئے کوئی تدبیر پیدا فرما دے، اور اپنی دعا کو ان الفاظ میں ختم کیا۔

" اللھم ان کنت قد رددت فقیرا تصدق فی خائبا فردنی خائبا یا اکرم الاکرمین " (یعنی اے اللہ اگر میں نے اپنے پاس سائل بن کر آنے والے کسی محتاج کو نامراد واپس کیا ہو تو مجھے بھی ناکام فرما دے اے سب سخیوں سے بڑھ کر سخی)۔

پھر میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم سید المرسلین فرما رہے ہیں کہ "لا تحزن فسیجعل اللہ لک من امرک مخرجا" (یعنی گھبراؤ نہیں جلد ہی اللہ تمہارے لئے کوئی سہولت پیدا فرما دے گا۔

جب میری آنکھ کھلی تو اپنے سینہ میں ٹھنڈک اور دل میں نور اور طبیعت میں اطمینان پایا پھر جب میں نے تم کو اپنی طرف آتے دیکھا اور دیکھا کہ تم اپنی ماں کو سہارا دئے ہوئے ہو اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کر رہے ہو تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید تمہارے ہی ہاتھوں میری مشکل آسان ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچ کر دکھایا۔

کھانے کے بعد سب لوگ کمرہ سے واپس گئے اور آپس میں بات چیت کرتے رہے اور میری والدہ بھی اس شخص کی بیوی سے گفتگو کرتی رہیں اور اس سے اس قدر مانوس ہو گئی تھیں گویا برسوں کی جان پہچان ہے۔

مجھے مدینہ منورہ سے عشاء کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہوائی جہاز سے جدہ جانا تھا میں نے ان دونوں سے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ آپ کی طرف سے پانچ دن کے لئے ہوٹل کا کرایہ ادا کر دیا ہے، آپ بے فکر رہیں۔ اب یہ کمرہ گویا آپ کا کمرہ ہے۔ میرے پاس خرچ کے علاوہ بھی کافی رقم تھی لہذا میں نے کچھ پیش کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کیا، آخر کار جب میں نے کہا کہ اچھا بطور قرض ہی لے لیجئے تو اس نے مجھے اپنا پتہ دیتے ہوئے قبول کر لیا، پھر مجھے الوداع کہنے آیا، میں دو گھنٹے بعد جدہ پہنچ گیا تھا وہاں سے بغداد جانے والے جہاز سے دو گھنٹے بعد بغداد پہنچ گیا، پھر مجھے عراق میں رہنا ہوا وہاں زندگی کی طرح طرح کی مشغولیات نے اس واقعہ کو بھلا دیا، مجھے قاہرہ کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا، ایک مرتبہ وہاں ایک علمی کام کی وجہ سے پانچ سال لگنا ہوا، اور پھر ۱۳۹۲ھ میں عراق واپس آ گیا، اتفاق سے ۱۳۹۵ھ میں تین سال کے بعد پھر قاہرہ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں میں گھر میں تنہا رہتا تھا اور اب اپنے اندر ضعف محسوس کرنے لگا تھا، ان سالوں کے درمیان کئی قسم کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، ایک بہت بڑے عہدے کی پیشکش کی آزمائش سے دو چار ہوا تو خودداری کا ثبوت دیا۔ مال وغیرہ کی کثرت ہوئی بھی تو میں نے زہد و قناعت کا دامن نہیں چھوڑا، جب غربت ہوئی تو صبر کیا، صحت و دولت ملی تو تحمل و بردباری سے کام لیا، نیک و صالح بیوی کا انتقال ہوا تو بھی شکر و صبر سے غافل نہیں ہوا، قسم قسم کی پریشانیاں آئیں تو ثابت قدم رہا، آخر میں پریشان کر دینے والی تنہائی ملی تو بھی بے بسی نہیں ظاہر کی،

میرے لئے اب سوائے خدا کے اور کوئی سہارا نہیں تھا، مسجد میں نماز کے لئے آمد و رفت، وعظ و تقریر سننا، کتابیں خریدنا اور مطالعہ کرنا، دن رات کا مشغلہ تھا،

رمضان کا مہینہ تھا، دو دن گذر چکے تھے میں گھر میں تنہا تھا، اس دن اتفاق سے مجھے بخار بھی تھا جس کی وجہ سے بستر پر پڑا ہوا تھا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ عصر بعد میں باہر نکلوں اور کچھ افطار کے لئے خرید لوں لیکن کمزوری کی وجہ سے اتنا بھی نہ کر سکا حتیٰ کہ مغرب کا وقت ہو گیا، وقت افطار کے اعلان کے لئے توپ داغی گئی پھر مسجد کے موذن کی اذان سنی تو کسی طرح بستر سے اٹھا قدم بوجھل ہو رہے تھے بمشکل تمام تھوڑا سا پانی پیا اور پھر تنہا ہی کمرے میں مغرب کی نماز ادا کی اور بستر پر دوبارہ لیٹ گیا۔ اس وقت مجھے دو چیزوں کا بہت شدت سے احساس ہو رہا تھا، ایک تنہائی، دوسرے بھوک، حالانکہ میرے پاس کافی روپئے تھے، میں نے جی میں کہا لعنت ہو اس دولت پر اور ان لوگوں پر جو اس کے پیچھے مرے اور مٹے جاتے ہیں، کیا یہ دولت اس وقت میری تنہائی دور کر سکتی ہے؟ یا میری بھوک ختم کر سکتی ہے؟

رات کے وقت مجھ سے ملنے کے لئے شیخ سلیمان ربیع آئے، ان کی زبانی معلوم ہوا ازہر شریف کے شیخ عبد الحلیم محمود جمعہ کے دن اپنی مسجد میں آویں گے، نماز جمعہ کے بعد ایک نئے دینی ادارے کے قیام کے سلسلے میں لوگوں سے خطاب کریں گے اور انہیں اس سلسلے میں مدد کرنے کی ترغیب دیں گے۔

لہذا اس دن میں نے بھی شیخ الازہر کی مسجد کا رخ کیا، نماز سے فراغت کے بعد شیخ کی تقریر سننے لگا، تقریر ختم ہونے کے بعد چندہ شروع ہوا، لوگوں نے خوب دل کھول کر دیا، جب میری باری آئی تو میں نے صرف سو پونڈ بچا کر ساری دولت کو چندہ میں دے دیا۔ اب میرے پاس جو معمولی رقم بچی تھی اس سے بس چند ہی روز گذر ہو سکتا تھا، پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے ایک دوست شیخ المبارک کے پاس جا کر بیٹھ گیا، میرا دل سکون و اطمینان سے معمور تھا، میں دلی مسرت محسوس کر رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھ سے ایک بہت بڑا بوجھ اٹھا لیا گیا ہے جس کے نیچے میں دبا ہوا تھا، میں شیخ المبارک کے پاس کچھ ہی دیر بیٹھا تھا کہ پیچھے سے دو ہاتھ بڑھے اور مجھ کو لپٹا لیا، پھر خوشی سے کسی شخص کے پے در پے بوسوں کی گرمی محسوس کی، میں حیرت سے مڑ کر دیکھوں کون ایسا شخص ہے جو اس قدر مجھ سے اظہار محبت کر رہا ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ یہ تو وہی شخص ہے جس سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی تھی اور جس کی حسب استطاعت میں نے مدد کی تھی، اس واقعہ کو ہوئے پورے ۱۱ سال بیت چکے تھے وہ مجھے جوش محبت میں بار بار چومتا اور کہتا "تم کہاں چلے گئے تھے میں نے تمہیں ہر جگہ ڈھونڈا" پھر اس نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو مصری پونڈ تھے میری جیب میں بلا ارادہ ڈال دی اور کہا لو اپنی امانت سنبھالو، میں اتنے دنوں کے بعد آج واپس کر رہا ہوں، میں نے جیب سے تھیلی

کی کہ تحصیل اسے واپس کر دوں، لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا میں اس کا محتاج نہیں خدا کے فضل سے بہت مالدار ہوں۔ مدینہ منورہ میں اس شخص کی مدد کرتے وقت میں نے نیت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں وہ سب گناہ معاف کر دے جب نہ اولاد کام آئے گی اور نہ مال و دولت ہی کچھ بچا سکیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس وقت مجھے یہ آیا کہ آخر میں نے اپنی ساری دولت کس جذبہ کی وجہ سے چندہ میں دے ڈالی اور اپنے لئے سوائے ایک معمولی رقم کے کچھ بھی نہ بچایا، جو میرے صرف چند ہی دن کام آسکتی تھی، میں نے سنا وہ شخص آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ آج میں نے اپنے محسن کو یہاں پا لیا ورنہ شاید ہی کبھی پا سکتا۔ اس نے مجھے راستہ میں ہر شخص سے پوچھا لیکن چونکہ وہ میرے والد یا گھر والوں کا نام پتہ نہیں جانتا تھا اس لئے کوئی اس کی رہنمائی نہیں کر سکا میرا پتہ پوچھنے پر ہر شخص اسے یہی جواب دیتا کہ اس کے والد یا دوسرے گھر والوں کے نام بتاؤ تو کچھ پتہ چلے گا، اس نام کے آدمی تو عراق میں سیکڑوں ہوں گے۔

اس شخص کا پہلا اتفاق تھا کہ اس نے اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، اس کا تو اپنے "محلہ الحمدہ الکبرہ" میں واقع مسجد ہی میں نماز پڑھنے کا معمول تھا، اور جب اسے قاہرہ آنا ہوتا تو وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم مسجد میں پڑھا کرتا تھا اس مرتبہ قاہرہ آنے کے وقت بھی اس کا ارادہ یہی تھا کہ وہ نماز جمعہ مسجد سیدنا حسین ہی میں پڑھے گا لیکن راستے میں اس کی کار خراب ہو گئی، اپنے ڈرائیور کو اس کی درستگی کے لئے بھیجا اور خود انتظار کرنے لگا، حتی کہ نماز کا وقت ہو گیا، بالآخر وہ اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چلا آیا اور پھر مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

اس واقعہ کو میں محض اتفاق پر ہرگز نہیں محمول کر سکتا، بلکہ مجھے اس کا کامل اعتقاد ہے کہ یہ محض اللہ ہی کا کرشمہ ہے جو یہ میرا تجربہ تھا جسے بیان کیا ہے۔ اس طرح نہ جانے کتنے انفرادی و اجتماعی واقعات و تجربات ہوں گے، لیکن میری آنکھ بھی کچھ پیچھے رہ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی تعداد جو صدقہ و زکوٰۃ کے پابند اور مال حرام سے بچتے ہیں بہت ہی معمولی ہے، حتی کہ انہیں انگلیوں پر شمار کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ تو اس طرح کی جماعتیں اور حکومتیں کہاں پائی جا سکتی ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ اس آیت ربانی پر عمل پیرا وہی ہو سکتے ہیں جنہیں خدا توفیق بخشے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

بقیہ ص ۱۱

میں بھی ہماری رہنمائی کرے گا۔ یاد رکھئے آپ کا وجود و شخصیت والوں کے اس تاریک برِ اعظم میں شمع فروزاں ہے یا کسی ویرانہ میں تجلی کی طرح ہے۔ آپ موجودہ امت کی رہنمائی و رہبری کے امین و ضامن ہیں لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ خدا کے راستہ میں آپ اپنے جان سے قیمتی سرمایہ کو لگا دیجئے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (ہرگز ہرگز تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے یہاں تک کہ (اس کے حصول) میں اپنی محبوب کو صرف نہ کر دو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو خدا آپ کے ساتھ ہے، وہ آپ کا کفیل اور بقا کا ضامن ہے۔

جمعہ کے روز منگی میں:

دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز منگی کی جامع مسجد میں ادا کرنی تھی اور نماز کے بعد شیخ کی آخری تقریر ہونے والی تھی۔ اطراف و اکناف سے ایک بڑی تعداد شیخ کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے پروانوں کی طرح کھنچی چلی آرہی تھی۔ نماز بعد شیخ کی تقریر ہوئی جو نہایت رقت انگیز، دلپذیر اور ایمان افروز تھی۔ اس تقریر میں شیخ نے خالق و مخلوق کے رشتہ کی تفصیل سے وضاحت کی۔ حاضرین نے سکون و توجہ کے ساتھ تقریر سنی۔ تقریر ختم ہوئی اور عصر بعد ہم سب شیخ سے مل کر جامعہ اسلامیہ واپس آگئے۔

مدیر تعمیر حیات کا سفر پاکستان

مدیر تعمیر حیات مولانا اسحٰق جلیس ندوی ۱۵ جون [illegible]ء کو براہ لاہور کراچی تشریف لے گئے واپسی ایک ماہ بعد متوقع ہے۔ دفتری امور کے سلسلے میں خط و کتابت منیجر تعمیر حیات کے نام سے کی جائے۔

منیجر

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

سید رابع حسنی ندوی

علامہ اقبال نے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے موقع پر جن افکار و خیالات اور جذبات کا نظم میں اظہار کیا تھا، یہ شعر اس کا مقطع ہے۔ یہ نظم توحید کی اسرار پنہاں، توحید کی کرشمہ سازیاں اور توحید کے کارناموں کے گرد گردش کر رہا ہے۔ اس میں اقبال نے مشرقی ذہن سے شکایت بھی کی ہے ؎

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

اور شیخ حرم کی ضمیر فروشی کو بھی بڑے تلخ و تند لہجہ میں ذکر کیا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ مغرب کے میخانے صرف "لا" کا درس دیتے ہیں وہ خدائی طاقت سے لے کر ہر طاقت کی نفی کرتے ہیں لیکن یہ نفی کا دور اور توحید کے عقیدے کا انکار ان کی تباہی و بربادی اور زوال کا اعلان کر رہا ہے۔

اقبال کا کہنا ہے کہ ساقی کا ہاتھ پیمانہ "الا" سے خالی ہے۔ حالانکہ اسی میں وہ موج تند دریا پوشیدہ ہے جس کی تیز و تند اور طوفانی موجوں کے آگے بڑے بڑے آہنی قلعے، آسمان سے ٹکرانے والے سنگین پہاڑ اور یورپ کی پوری سلطنتیں خس و خاشاک کے مانند بہہ جاتی ہیں۔

یہی وہ توحید کا عقیدہ ہے جو "لا الٰہ" سے شروع ہوتا ہے اور "الا اللہ" پر مکمل ہوتا ہے۔ خدائے واحد کی طاقت و جبروت کا اثبات ہی وہ طاقتور اور حیرت انگیز عقیدہ ہے جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں نے گھٹنے ٹیک دئے، روم و فارس کے جھنڈے سرنگوں ہو گئے۔ یہی ایک کلمہ تھا جس نے بدر و احد، یرموک و قادسیہ اور سرزمین حطین فتح کیا۔ اسی کلمے نے کفر کا زور توڑ کر چکنا چور کیا، شرک کے نشیمن کو پاش پاش کیا۔ یہی ایک کلمہ تھا جس نے ایک عام آدمی میں غیرت، خود اعتمادی، حیرت انگیز طاقت، بادشاہوں سے آنکھیں ملانے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا سودا پیدا کر دیا۔

میں سچ کہتا ہوں یہ عقیدہ توحید ایک جوش خیز، ہیجانی اور طوفانی موجوں والا دریا تھا جس کے تیز و تند سیلاب کو نہ سد سکندری روک سکتی تھی اور نہ جس کے آگے دنیا کی کوئی طاقت یا حکومت ٹھہر سکتی تھی، وہ غلبہ کا نشان تھا اور فتح مندی کی علامت، وہ کامیابی اور کامرانی کا جھنڈا جو کبھی سرنگوں ہوا اور نہ کبھی سرنگوں ہوگا۔

اسی توحید نے مسلمانوں کو شان و شکوہ، فقر و درویشی، غیرت و خودداری اور خودی و خود اعتمادی کا درس دیا۔ توحید کے اسی دریا سے وہ گوہر آبدار پیدا ہوئے جنہوں نے صدیوں اور قرنوں کی ان نازک، خطرناک گھڑیوں میں رہنمائی کی جب کہ پوری کی پوری قوم گمراہی کے دہانے پر کھڑی تھی۔ جہاد اسلامی کی وہ حیرت افزا سرگذشتیں جن کو سن کر آج بھی مومن کے دل میں ایک جذبۂ جہاد اور آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اسی عقیدۂ توحید کی یادگاریں ہیں جس نے ہر معرکہ میں غلبہ و فتح مندی حاصل کی اور زندگی کے کارزار میں کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔

علامہ اقبال نے توحید کو ایک موجزن دریا سے تشبیہ دی ہے جس میں جمود و ٹھہراؤ نہیں بلکہ وہ پیہم رواں دواں اور مسلسل زندگی، قوت و جوش اور آگے بڑھنے کا ایک اہم علامت ہے۔ وہ مرد مومن جس نے توحید کا کلمہ پڑھ لیا، خدا کو ایک مان لیا اور پیغام خداوندی کے بار گراں کو اپنے سر پر اٹھا لیا اب اس کے لئے جمود و ٹھہراؤ اور آنکھیں بند کر کے گوشہ گیر ہو جانے کا سوال ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی حرکت و عمل، بیقراری، اضطراب اور سیمابی کیفیت کا نام ہے۔ ایسی اضطرابی کیفیت جو جوش و جذبات، قوت و عمل کی ان طاقتور لہروں اور عظیم موجوں کو جنم دیتی ہیں جو ہر زمانہ کے طاغوتی قوتوں، دجالی فتنوں، یاجوج ماجوج شر انگیز رہنماؤں، ہر دور میں ابھرنے والے فلسفیوں، نظریوں کی طرف سے دئے جانے والے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرتی ہیں بلکہ ان کو شکست و نامرادی کے غار میں دھکیل دیتی ہیں۔ یہ للکارتے ہوئے کہ "أینقص الدین وانا حی"، وہ ناسازگار حالات اور دشوار گذار گھاٹیوں سے بے پروا ہو کر ہر فتنہ کا سر کچلتی ہیں اور باطل کو تہ تیغ کر دیتی ہیں۔ ان کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ ہر سرکش کو خدا کی طاقت اور حکم کے سامنے زیر نہ کر دے اور دنیا اس کے سامنے سر بسجود ہو جائے کہ خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

مسلم پرسنل لا کی اہمیت کیا ہے؟

اور

پرسنل لا بورڈ کن مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہے؟

از : محمد الحسنی ندوی ـــــ مدیر "البعث الاسلامی" دارالعلوم ندوۃ العلماء ، لکھنؤ

★

اسلام صرف عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں ، وہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے ، خاص طور پر معاشرتی و عائلی امور پر قرآن مجید اور حدیث شریف میں جس طرح زور دیا گیا ہے اور جس قدر تفصیل کے ساتھ ان کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اسلام میں کیا اہمیت ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں کہ مسلم پرسنل لا یا مجموعی پرسنل لا کے نام سے آجکل یاد کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی بھی وہی اہمیت اور تقدس ہے جیسے دوسری عبادات کی۔ ان مسائل میں نکاح ، طلاق ، خلع ، مہر ، نفقہ وراثت ، ہبہ ، وصیت اور وقف جیسے امور شامل ہیں ، اور علوم دینیہ اور عربی سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی قرآن کی تلاوت کے وقت محسوس کر سکتا ہے کہ ان باتوں کا ذکر جس درجہ تفصیل ، اہتمام اور تاکید کے ساتھ کیا گیا ہے ـــ اور اس سلسلہ میں واضح اور متعین ہدایات اور احکام دئے گئے ہیں ، اس بنا پر جس طرح کسی شخص کو نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کے سلسلہ میں کسی ترمیم یا تنسیخ اور تبدیلی کا حق نہیں ، اسی طرح نکاح ، طلاق ، خلع اور وراثت وغیرہ کے مسئلوں میں کسی شخص یا ادارہ یا جماعت

کو ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کا حق نہیں ، یہ اسلام کی صاف تعلیم اور مسلمانوں کا کھلا ہوا موقف ہے البتہ زمانہ کے تغیرات اور معاشرتی ضرورتوں اور ان احکام کے غلط استعمال یا ان کی بعض شقوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے یا ان کی غلط ترجمانی کی وجہ سے جو الجھنیں ، پریشانیاں اور واقعی مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے ملت اسلامی کے علماء حق اور مستند فقہاء شریعت اسلامی کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے نئے سوالات اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر اس کا حل تلاش کرنے کے مجاز ہیں اور علماء کا فرض ہے کہ وہ ان مسائل میں برابر غور و خوض کرتے رہیں ، اور جہاں تک ہو سکے ان میں سہولت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ علماء متفقہ طور پر جس بات کو طے کر لیں حکومت کو چاہیئے کہ مسلمانوں کے لیئے اسی کی روشنی میں قانون وضع کرے ـــ اور ان معاملات میں مداخلت نہ کرے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ جو ۱۹۷۲ء میں وجود میں آیا دراصل ان ہی عظیم مقاصد کے لئے کوشاں ہے ، اور اس نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ اور خطرہ کی صورت حال کا بھی کامیابی سے مقابلہ کیا ہے ، اس وقت بورڈ نے کالی

اتفاق اور قطعیت کے ساتھ اس واضح اور واشگاف موقف کا اعلان کیا تھا کہ شریعت اسلامی کے احکام وحی الٰہی پر مبنی ہیں ، ان میں نہ کوئی کمی ہے جسے پورا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ زیادتی جسے کم کرنے کی حاجت پیش آئے۔

مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا جزو ہے اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں ، اور نہ وہ کسی ایسے فیصلہ کو کسی حال میں قبول کر سکتا ہے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کر دے۔

یہ کنونشن اس امر کا بھی اپنے محکم فیصلہ کا اعلان کرتا ہے کہ پارلیمنٹ یا ریاستی مجالس قانون ساز کو شریعت اسلامی میں کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں ـــ اور کوئی بے

قوانین شریعت اسلامی کے مطابق یا متعلق ہیں اور کون سے نہیں اس کے بارے میں ہر فرقہ اور مسلک کے مستند و معتمد علماء شریعت ہی کا فیصلہ آخری اور قطعی حیثیت رکھتا ہے۔ شخصی اور عائلی قوانین امت کے تشخص ، اس کی امتیازی حیثیت اور اس کی تہذیبی ، ثقافتی خصوصیات کی ضامن ہیں اور کوئی مسلمان اپنی انفرادیت ، دینی امتیازات و ثقافتی خصوصیات سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہو سکتا۔ کنونشن نے مخصوص حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ ،

مسلمانوں کے شخصی اور عائلی قوانین جو دراصل ان کے دین و مذہب کا لازمی جزو ہیں ، انہیں ختم کر کے ان کی جگہ یکساں سول کوڈ کا اجراء یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ اسے بے اثر بنانا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور کے منافی ، تہذیبی نسل کشی کے ہم معنی اور دستور ہند کے بنیادی حقوق کے معارض ہوگا اور اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انحراف پر مجبور کرنا ہوگا جو کسی بھی مسلمان کے لئے کسی حال میں بھی قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔

مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا جزو ہے اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں اور نہ وہ کسی ایسے فیصلہ کو کسی حال میں قبول کر سکتا ہے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کر دے۔

غزل

نشتر اکبر آبادی
پونہ

نامِ غریب جان کے فرہاد کر دیا
لوگوں نے کس سلیقہ سے برباد کر دیا
کس کی رہائی۔ داغ جدائی کا بن گئی
خاموشیوں کو مائلِ فریاد کر دیا
مدت ہوئی ہے اپنے سے ہم کو جدا ہوئے
یہ تم نے کیا کیا کہ آزاد کر دیا
طفلانِ شہریار کا کس سے گلہ کریں
آبادیوں سے کاٹ کے برباد کر دیا
نامِ مسیح ہم سے ترے درد کو ملا
سینہ بہ سینہ درد کو ایجاد کر دیا

ابو محمد امام الدین رامنگری

وقت کی آواز

۲۰-۲۱-۲۲ مئی ۱۹۸۶ء کو لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور کل ہند مسلم مجلس مشاورت کا اجلاس ہوا، اس موقع پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زعمائے ملت کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا، اس جلسے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جو خطاب فرمایا وہ ۱۰ر ۱۵ جون کے تعمیر حیات میں شائع ہوا ہے مولانا ممدوح نے غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی ضرورت واضح کرتے ہوئے اور اس پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ۔

"مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں یہ بڑی کوتاہی ہوئی کہ ہم نے غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت صحیح طور پر نہیں پہنچائی، اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ برادران وطن کے سامنے پیش نہیں کیا، خدا کے سامنے ہمارا محاسبہ ہوگا۔ اس امت سے ضرور محاسبہ ہوگا کہ اپنے ساتھ رہنے والوں تک تم نے اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، اس کے لئے یہ میدان آج بھی منتظر ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے لئے فضا سازگار نہیں ہے عناد اور تعصب پایا جاتا ہے غیر مسلموں نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اسلام کا پیغام نہیں سنیں گے۔ لیکن میں فارسی کے شاعر کے اس شعر کو دہراتا ہوں ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

ہمارے اسلامی نقطۂ نظر، انسانی نقطۂ نظر اور ہمارے مسائل اور مستقبل کے لحاظ سے یہ ضروری ہوگیا ہے اور اب اس میں کسی تاخیر کی گنجائش نہیں کہ ہم اسلام کی دعوت اپنے غیر مسلم بھائیوں تک پہنچائیں اور اسلامی زندگی کا مظاہرہ کریں۔"

مولانا ندوی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے پیام انسانیت کے سلسلے کے اپنے دورۂ پنجاب اور ہریانہ کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔

"چنڈی گڑھ میں جلسہ ہوا، وہاں کے چیف کمشنر نے جلسے کی صدارت کی، ہزاروں کا مجمع تھا جن میں نوے فیصدی ہندو اور سکھ تھے تین مرتبہ بجلی فیل ہوئی ایک مرتبہ لاؤڈ اسپیکر خراب ہوا تھا لیکن ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا چیف کمشنر نے اپنی صدارتی تقریر میں اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں حیران ہوں، میرے پاس اس کی کوئی توجیہ نہیں کہ بجلی فیل ہونے کے باوجود اور لاؤڈ اسپیکر خراب ہونے پر وہ کون سی طاقت تھی جس نے لوگوں کو تھامے رکھا۔"

ہریانہ اور پنجاب میں غیر مسلم مولانا کو اپنے فارموں اور گھروں پر لے گئے، اور آپ نے وہاں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔

برادران وطن میں اسلام کی اشاعت و دعوت کے لئے یہ کتنے حوصلہ افزا کوائف ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اسلام کی اشاعت و دعوت میں کوتاہی کریں تو اس کے لئے ہمارے پاس کون سی وجہ جواز باقی رہ جاتی ہے؟

تعمیر حیات کے اسی شمارہ میں جناب مولانا عبدالملک صاحب جامعی مہاجر مکی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جسے انہوں نے جناب افکار فریدی صاحب مرادآبادی کے پاس مدینہ منورہ سے بھیجا تھا، مولانا جامعی لکھتے ہیں:

"ابھی کل پرسوں ایک بڑے عالی قدر مفکر کو یہ بیان کرتے سنا، اس سے بڑی تکلیف ہوئی، فرمایا، آپ کسی معزز مہمان کو اپنے گھر لائیں اور گھر میں بھرا ہوا ہے ہر جگہ پیشاب، پاخانہ، ہر طرف کوڑا اور ہر طرف بدبو، ایسی حالت میں مہمان کیا کہے گا اس لئے پہلے اپنا گھر صاف کرنا چاہئے پھر دوسروں کو اسلام کی طرف دعوت دینی چاہئے۔ گویا اشاعت اسلام کو موخر اور معطل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ سب مسلمان سچے مسلمان بن جائیں، بہت عجیب منطق ہے جو آج تک چودہ سو سال میں کبھی سنی گئی نہ دیکھی گئی۔ میں یہ پوچھتا ہوں مسلمانوں کی سو فیصد تعداد کب صالح اور متقی رہی ہے؟ حجاج کے زمانہ میں ہزاروں مومنین صادقین کو قتل کیا گیا، منصور اور سفاح کا تذکرہ اٹھا کر دیکھئے کے زمانہ میں جب بقول مولانا ابوالکلام آزاد حنفیوں نے شافعیوں اور شیعوں نے سنیوں کی ضد میں ہلاکو کو حملہ کی دعوت دی تھی، موضع صالح معاشرہ تبلیغ و دعوت کے لئے شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے ہر زمانہ میں جزیروں تک تبلیغ اسلام کا کام کیا۔"

مولانا جامعی تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی اصحاب میں سے ہیں، انہیں یقیناً علم ہوگا کہ حضرت بانی جماعت کے پیش نظر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھی موت نے اس کے لئے ان کو مہلت نہ دی، حضرت مولانا احتشام الحسن جو حضرت مولانا الیاسؒ کے تحریری رفیق کار تھے، وہ اپنے رسائل میں غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت کی تکرار کرتے رہے اور آخر میں انہوں نے یہ کام بھی کر دیا تھا لیکن موت نے اس کی مہلت نہ دی۔

علم سے تہی دست و دامن نااہل و ناچیز راقم الحروف ۱۹۶۵ء یعنی ہندوستان کی آزادی کے بعد ہی سے اسی وادی میں سرگرداں ہے، ہندی لٹریچر کے ذریعہ غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کر رہا ہے اور اس کے برابر اچھے اثرات بھی ہو رہے ہیں۔ ناچیز راقم الحروف کے اس نظریہ سے علماء و اکابر، قائدین و زعماء کو اختلاف ہے یا اتفاق کہ **ہندوستان میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا کا انحصار غیر مسلموں میں اشاعت اسلام پر ہے۔ یعنی ان کے ذہنوں کو غلط فہمیوں سے پاک صاف کر کے اسلام کے حق میں ہموار کرنے اور ان کو اسلام سے قریب لانے پر ہے۔** اگر یہ نہ ہو سکا، ہم گھر کے کوڑا کرکٹ صاف کرنے میں ہی لگے رہے تو یہ گندگی قیامت تک صاف ہونے کی نہیں، ہمارے علماء و اکابر اور قائدین و زعماء جس ماحول اور جس فضا میں رہتے ہیں وہ ماحول و فضا خیر مقدم، استقبالیہ جلسوں اور اجتماعات کا ہے۔

وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمان کس تیزی سے اسلام سے دور اور ناآشنا ہوتے جا رہے ہیں اور ملک کے مخالف اسلام سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں! لاکھوں جدید تعلیم یافتہ اردو نہیں جانتے، ملک کا سیاسی ماحول نہایت ڈانواں ڈول اور غیر یقینی ہے۔ کتنے انقلابات سر اٹھا رہے ہیں اور کتنے زیر زمین سر اٹھانے کے لئے کروٹ بدل رہے ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی انقلاب روس، چین یا اندلس کے جیسا ابل پڑا تو ہماری ساری تنظیمیں، ادارے، جامعات غرق سیلاب ہو جائیں گے، کیا بل بوتہ ہے مسلمانوں میں اور ہمارے قائدین و زعماء میں کسی انقلاب سے ٹکرانے کا جب کہ وہ اپنے خلاف ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کی ہلاکتوں اور تباہیوں سے محفوظ رہنے پر قادر ہیں اور نہ ان کے سدباب کے لئے کسی چھوٹے موٹے قسم کے اقدام کرنے پر۔ اردو زبان کے لئے وطن کی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کردار کی بحالی کی بھیک مانگ رہے ہیں اور نہیں مل رہی ہے۔ اگر کسی دن پرسنل لا سیکولر بنانے کا فیصلہ ہو گیا تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی ماتم و شیون کے علاوہ اور کیا کرے گا؟ سنبھل کے فسادات نے مولانا ندوی کو ہلا دیا لیکن ملک کے قائدین و زعماء نے فسادات کے مسئلے پر نہ غور کیا اور نہ کوئی عملی فیصلہ کیا۔

موجودہ دور جمہوریت اپنی تمامتر خرابیوں کے باوجود غنیمت ہے اس کے خلاف کوئی انقلاب رونما ہوا تو وہ مسلمانوں کے لئے مزید مشکلات و مصائب کا باعث ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس مہلت سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور زیادہ سے زیادہ اہل وطن تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی جائے، ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کان اسلام کا پیغام سننے کے لئے بے چین ہیں۔

اہلِ وطن تک اسلام پہنچانے کے ذرائع ہیں، ایک زبان اور دوسرا لٹریچر۔ زبان سے دو طریقوں سے کام لیا جا سکتا ہے، ایک ملاقات کے ذریعہ بات چیت سے، یہ طریقہ خاص استعداد و صلاحیت چاہتا ہے اور اس کے لئے وقت چاہیئے، دوسرا طریقہ جلسوں اور اجتماعات کا ہے، اس کے لئے بھی صاحبِ صلاحیت مقرر کی ضرورت ہے اور یہ طریقہ مصارف طلب بھی ہے، جلسے اور اجتماعات بھی خاص صورت میں کامیاب ہوتے ہیں جب مقرر کوئی ابھرا ہوا معروف شخصیت ہو، جب ہی سامعین کی اچھی حاضری ہوتی ہے۔

جناب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی تحریک پیامِ انسانیت اشاعتِ اسلام کی ایک ہمہ گیر صورت ہے، لیکن اس کے لئے ضرورت ہے تربیت یافتہ پارٹی اور افراد کی جو مولانا ندوی کے اسلوب میں تقریر کر سکتے ہوں یا اس کا اپنا موثر اور دل آویز اسلوب ہو، اس کے بغیر پیامِ انسانیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مولانا ندوی کی تقریروں کے مجموعوں "پیامِ انسانیت" اور "مقامِ انسانیت" کے نیز تحریک پیامِ انسانیت کے سلسلے میں جو تقریریں ہوئی ہیں ان کی تلخیص ہندی میں شائع کر دی جائے اور غیر مسلموں میں ان کی اشاعت کی جائے۔ مقررین کے لئے دورے کے وقت اور سفر کے مصارف کا سوال مزید براں ہے، آسان طریقہ لٹریچر کا ہے، لٹریچر سے کام لینے کے لئے کسی خاص صلاحیت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے پڑوسی، محلے، شہر کے جانے پہچانے آدمیوں کو اپنی استطاعت کے مطابق لٹریچر دے بھی سکتا ہے اور بار بار مطالعہ بھی کرا سکتا ہے۔ میں اپنے معاونین کو یہی طریقہ کار بتاتا ہوں اور کام کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

المیہ یہ ہے کہ اشاعتِ اسلام کی ضرورت و اہمیت پر بلند بانگ تقریروں کے سوا کسی حلقے میں یہ کام ہو نہیں رہا ہے، ہم نے اپنے کو اسی کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ لیکن ہمیں کسی طبقے اور ادارے کا عملی اور زبانی تعاون حاصل نہیں ہے، دوسرے تیسرے طبقے کے اللہ کے جو بندے ہماری اعانت کر دیتے ہیں یا ہمارا لٹریچر منگاتے ہیں وہی ہمارا وسیلۂ کار ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اسی ناسازگار حالت میں بھی آٹھ کتابوں کا ایک سیٹ تیار ہو گیا ہے، اگر علماء اور اکابر اور مذہبی رہنما اور صحافی مسلمانوں کو ہمارا لٹریچر منگانے کی طرف توجہ دلائیں تو موجودہ لٹریچر پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

کامل چایلی

شاعر سے خطاب

دوستو اب گل و بلبل کا ترانہ چھوڑ دو — حسن اور عشق کا رنگین فسانہ چھوڑ دو
زلف و رخ سے سحر و شام بنانا چھوڑ دو — اس نئے دور میں انداز پرانا چھوڑ دو
شاعرو آج کی منزل ہے تمہاری کچھ اور

مے اُبلتی ہے جو شیشے سے اُبل جانے دو — واعظ و رندوں میں چلتی ہے تو چل جانے دو
شمع پہ جلتا ہے پروانہ تو جل جانے دو — وصل کی رات جو ڈھلتی ہے تو ڈھل جانے دو
شاعرو . . . .

طور پہ حضرت موسیٰ کو بھی تکلیف نہ دو — حسنِ یوسف کو نہ بازاروں میں رسوا کرو
قیس دیوانہ ہے دیوانے کے پیچھے نہ پڑو — بارہا کہہ چکے جس بات کو اس کو نہ کہو
شاعرو . . . .

کاوشیں ہوتی ہیں موہوم محبت کے لئے — اور گم گشتنی افکار میں شہرت کے لئے
اور شہرت بھی ہے مقصود تو دولت کے لئے — شاعری رہ گئی اب کسبِ معیشت کے لئے
شاعرو . . . .

حیف! تم بن گئے تصویرِ خیالی کے غلام — وقف کر بیٹھے حسینوں کے لئے اپنا کلام
کیوں تصور کی طرف کرتے ہو ناحق اقدام — غیر محرم کو تصور میں بھی لانا ہے حرام
شاعرو . . . .

نوکِ مژگاں کو بتاتے ہو کبھی تیر ہے یہ — کبھی ابرو کو بتاتے ہو کہ شمشیر ہے یہ
بت بنے جس کو کبھی کہتے ہو دل گیر ہے یہ — خاک ڈالو رخِ معشوق پہ اکسیر ہے یہ
شاعرو . . . .

تیر تو کھا چکے اب تیر چلانا سیکھو — جام تو پی چکے اب جام پلانا سیکھو
محفلِ حسن سے میدان میں آنا سیکھو — سر جھکے ظلم بہت ظلم مٹانا سیکھو
شاعرو . . . .

شعر ایسے ہوں جو پیری کو جوانی دیدیں — یعنی تپتے ہوئے پانی کو روانی دیدیں
حشر تک کے لئے دنیا کو کہانی دیدیں — اور شمشیر زنگ آلود کو پانی دیدیں
شاعرو . . . .

"تعمیر حیات" میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے

ابو محمد امام الدین رام نگری

پتھروں کے شہر میں

اک چمن ایسا بنائیں پتھروں کے شہر میں — پتھروں میں گل کھلائیں پتھروں کے شہر میں
اپنی فنکاری دکھائیں پتھروں کے شہر میں — پتھروں کو جگمگائیں پتھروں کے شہر میں
حالِ دل کس کو سنائیں پتھروں کے شہر میں — پتھروں کی مار کھائیں پتھروں کے شہر میں
خیر مقدم کیا وہاں ہوگا ہمارا پھول سے — کیا توقع لے کے جائیں پتھروں کے شہر میں
رہنے والے جس کے سب انسان ہوں پتھر نہ ہوں — ایسی اک بستی بسائیں پتھروں کے شہر میں
آدمی پتھر کے ہوں تو وہ بھی سنگ و خار اگلیں — اک صدا ایسی لگائیں پتھروں کے شہر میں
لعل و گوہر کے خزانے جو ہمارے پاس ہیں — کیوں نہ ہم ان کو لٹائیں پتھروں کے شہر میں
کوئی سبزہ ضرور ہوتا یا دیارِ رنگ و بو — اپنی محفل کیا سجائیں پتھروں کے شہر میں
پتھروں کی نقش کاری کے بہت پرچار ہیں — ہم بھی قسمت آزمائیں پتھروں کے شہر میں
آؤ پتھر تراشیں، اس سے رنگا رنگ کے — لعل اور گوہر بنائیں پتھروں کے شہر میں
ہم نے کتنے گیت لکھے ہیں محبت کے مگر — کون ہے کس کو سنائیں پتھروں کے شہر میں

اک صدا اٹھے وہاں سے تو ہو ہی جائے گی بلند
نعرہ "یا ھو" لگائیں پتھروں کے شہر میں

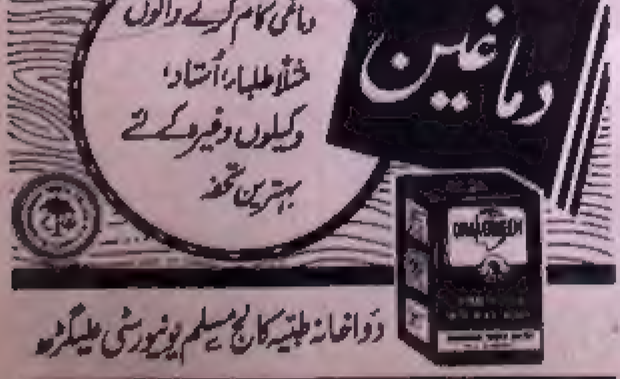

نارجیلستان میں نخلستانِ بطحا کا سماں
دیکھنا ہے گر ان آنکھوں سے تو مالابار چل

محمد خالد صدیقی ندوی غازیپوری، استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل

دوسری قسط

مولانا محمد فاروقی صاحب ندوی بھٹکلی نے فرمایا ــــ حدیث شریف میں آتا ہے ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (بیشک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم صحت مند ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو پورے جسم میں فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ کان کھول کر سن لو وہ دل ہے)۔

بھائیو! اس حدیث کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے آپ بحیثیت ملت ہیں اور دل ہی میں فساد کی تخم ریزی کی جاتی ہے، میں یہ بات آپ سے بار بار کہہ چکا ہوں آپ اپنی شب و روز کی مصروفیات پر غور کیجئے۔ معاشرے کی بگڑتی ہوئی حالت کو دیکھئے اور یہ جائزہ لیجئے کہ فساد کہاں سے اور کس طرح سے آرہا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں اور یہ بات میری نہیں ہے۔ حضرت مولانا علی میاں دامت فیوضہم نے اپنی دوربین نظروں سے حالات کا جائزہ لے کر جب دم بہ یہ بات کہی ہے۔ لوگو! فساد آرہا ہے اور بڑی تیزی سے آرہا ہے۔ منٹوں اور سکنڈوں کے حساب سے آرہا ہے ریڈیو، ٹیلیویژن اور اینا کے ذریعہ ہر ہر فرد تک پہنچ رہا ہے۔ آپ اپنی حالت کو درست کیجئے ورنہ کشتی کی غرقابی کا خطرہ ہے۔ "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم"۔ (اللہ عز و جل کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے یہاں تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت بدل دے)۔

محترم سامعین! ابھی چند دن جو کشیدگی یہاں پیدا ہوئی اس کے کچھ اسباب ہیں۔ کوئی چیز بغیر سبب کے عرضِ وجود میں نہیں آتی یہ دنیا دار الاسباب ہے اور سبب یہی ہے کہ ہمارا تعلق دینِ حق سے کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی موثر تقریر تھی۔

ایک بھولا ہوا سبق:

مہمان کی تقریر ختم ہوتے ہی مولوی عبدالعلیم صاحب قاسمی مائک پر آئے اور کہا:

حضرات سامعین! آپ نے جو باتیں سنی ہیں۔ زندگی کے خدوخال کو درست کرنے کے لئے وہ کافی ہیں۔ لیکن میں اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے بھولا ہوا سبق آپ کے سامنے مختصراً پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس سبق کو حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے آج سے چند سال پہلے اسی بھٹکل میں ہمیں پڑھایا تھا۔ کاش کہ ہم اسے یاد رکھتے اور جزوِ زندگی بنا لیتے، حضرت مولانا نے آپ ہی کو مخاطب کر کے ہمیں فرمایا تھا،

اے لوگو! بہت درد کے ساتھ کہنے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے، میں نے یہ بات کالی کٹ میں کہی، برما میں کہی، میں رنگون ۱۹۶۰ء میں گیا تھا، میں جب کالی کٹ میں آیا اور آپ سے لوگوں سے ملا تو رنگون سے ہو کر آیا تھا، میں نے رنگون میں اُن لوگوں سے کہا جو لوگ لکھ پتی تھے، دعوتیں کر رہے تھے۔ استقبال کر رہے تھے، ہم سے بڑی محبت کر رہے تھے، میں نے دیکھا کہ ان میں رونگٹے چھوئے اسی رونگٹے کی نشاندہی کرتے ہوئے میں نے کہا "اگر تم نے دعوت کا کام نہ کیا، غیر مسلموں اور مقامی نسل کو اسلام کی دعوت نہ پہنچائی، راہِ خدا میں نہ نکلے، اگر تم نے اپنے مال میں سے خدا کا حصہ نہ دیا، ملت کے مسائل، ملت کے مفاد کے لئے پیسہ نہ دیا اور صرف تجارت اور دولت کمانے میں لگے رہے تو یاد رکھو تمہارے دکانوں پر سیل چسپاں ہو جائیں گے تمہارے کارخانے ضبط کر لئے جائیں گے اور تمہارا تھوڑا تھوڑا اثاثہ رہ لگا دیا جائیگا اگر دین کی دعوت کے تقاضے پورے نہیں کئے تو تم پر عذاب مسلط ہوگا۔

آپ یقین مانئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں بالکل بھول گیا تھا، جو کچھ وہاں کہہ کر آیا تھا، اب آیا وہ زمانہ کہ وہی اشتراکی حکومت قائم ہوئی، وہاں سے خط آتے رہے، ان خطوط میں لکھا ہوتا تھا مولانا آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائی تھیں، ان کو سن کر بار بار پڑھ کر یہاں کے مسلمان روتے ہیں۔

میرے دوستو! میں پیشگوئی نہیں کرتا، آپ کو اللہ حفاظت میں رکھے، آپ کے مال کی حفاظت فرمائے۔ آپ کو امن و امان میں رکھے لیکن یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ طریقہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں، "یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون، واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب"۔ (اے ایمان والو قبول کرو اللہ کی دعوت کو اور اس کی پکار کو جب وہ بلائے اس چیز کے لئے جو تم کو زندہ کر دے، یاد رکھو اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور یاد رکھو اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔ اور بچو تم ایسے فتنہ سے جو تم میں ظالموں ہی کو لاحق نہ ہوگا" اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا

۲۷<

لیکن ہماری حالت کیا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

حضرت مولانا علی میاں کی بات موصوف نے بہت ہی موثر انداز میں پیش کیا۔ اس تقریر کے بعد شیخ مصری کی رقت انگیز دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

جلسہ کے اختتام پر بھٹکل کے قاضی محمد احمد خلیفی صاحب کے یہاں چائے پی گئی۔

شیرالی میں جلسہ:

جمعرات کے دن جامعہ اسلامیہ کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ تھی اس میں شیخ بھی مدعو تھے، ناشتہ سے فارغ ہو کر شیخ نیز مولانا فاروقی صاحب ندوی اور مولوی قاضی محمد شبیر صاحب قاسمی مجلس شوریٰ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔

شام کا کھانا شیرالی میں بادشاہ صاحب شیرالی اسٹور س کے یہاں تھا۔ عشاء بعد تقریر کا پروگرام بھی تھا۔ شیرالی ایک چھوٹی سی بستی بھٹکل سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مغربی سمت ساحل پر واقع ہے بادشاہ صاحب نحیف البدن لطیف طبیعت کے آدمی ہیں آپ کو حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ سے بڑا ہی لگاؤ و تعلق ہے۔ شرفِ بیعت بھی حاصل ہے۔ حضرت سے محبت و لسبت کا یہ عالم ہے کہ گلیہ تک جانے والی سڑک کا نام بھی حضرت مولانا ہی کے نام پر حکومت سے منظور کرایا ہے۔ چنانچہ جب آپ منگلور بمبئی ہائی وے سے بائیں طرف شیرالی کو مڑیں گے تو وہ بورڈ دکھائی دے گا جس پر کنڑ، اردو اور انگلش میں "مولانا علی میاں ندوی روڈ" درج ہے، اپنے گھر کا نام بھی انہوں نے علی میاں منزل رکھا ہے۔

شیرالی میں تقریر:

شیرالی کے باشندے سارے ہی مسلکاً حنفی ہیں، اس لئے عشاء کی نماز تھوڑی تاخیر سے ہوئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم نماز کو گئے نماز کے بعد شیخ کی "شباب نشأ فی عبادۃ اللہ" کے موضوع پر ایک جامع اور بصیرت افروز تقریر ہوئی ترجمہ راقم الحروف نے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ، ہم اس وقت تک خدا کی رضا حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہماری پوری زندگی خدا کی مرضیات کے تابع نہ ہو۔ ہمارا اٹھنا بیٹھنا سونا، کھانا، پینا، الغرض اگر ہماری ہر حرکت اور اس کی تکمیل خدا کے منشا کی ترجمان ہو گی تو پھر خدا ہمارا ہر جگہ محافظ ہے۔ ــ وہ بھٹکلی (باقی)

Regd No. LW/NP 56 Phone 42348 40747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

ندوہ کے شب و روز

شاکر علی رحمانی، متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

اس ماہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی چار دیواری میں جو دینی، علمی، تعلیمی و ثقافتی سرگرمیاں رہیں ان میں اہم وہ تبلیغی اجتماع ہے جس نے ۲۰، ۲۱، ۲۲ مئی ۷۸ء کو دار العلوم کی وسیع ۳۲ بیگھہ زمین اور اس کے اطراف کو فرزندانِ توحید کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل کر دیا تھا، لکھنؤ پہنچنے والی تمام راہیں ہر ریل سے ندوہ کی طرف بہنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ہزار انسانوں کا ایک شہر آباد ہو گیا۔ تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں اور دعوتی خدمات اب دنیا کے تمام بر اعظموں کا احاطہ کر چکی ہیں، آنے والے لوگوں میں ملک کی تقریباً تمام ریاستوں کے علاوہ بیرونِ ملک کے مجاہدین فی سبیل اللہ کی بھی ایک معتد بہ تعداد تھی، گرمی کا زمانہ، جھلسا دینے والی لو اور اس سخت موسم میں دین کی دعوت کے جذبہ اور دین کا پیام سننے اور پہنچانے کا نیک ارادہ لے کر ہزاروں افراد کا بلا کسی دعوتی پروپیگنڈہ کے جمع ہو جانا، اس مادی دور کا محیر العقول کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔ وسیع پنڈال میں عام بیانات کے علاوہ دانشوروں، علماء اور طلبہ کی مخصوص نشستوں سے مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری اور مولانا احمد لاٹ ندوی نے خصوصی خطاب فرمایا، ۲۰۰ جماعتیں راہ خدا میں نکلیں، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی پر اثر دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

دار العلوم میں سالانہ امتحانات ماہ شعبان میں ہوتے ہیں اور ماہ رجب میں بزم خطابت و بزم سلیمانی کے انعامی جلسے۔ امسال درجات متوسطہ کے طلبہ کے دار الاقامہ سلیمانیہ ہوسٹل میں اولاً یہ انعامی جلسے ہوئے اور درج ذیل طلبہ انعامات کے مستحق قرار پائے۔

بزم خطابت طبقہ علیا: انعام اول سمیع احمد بھٹکلی، انعام دوم محمد داؤد نیپالی، انعام سوم عبد المنان پورنوی
طبقہ سفلی: انعام اول فراست علی، دوم عبد المتین رانچوی، سوم ضیاء الدین پورنوی۔

تحریری مقابلہ یعنی بزم سلیمانی میں انعام اول سمیع احمد دوم غلام ربانی، سوم محمد صابر حسین۔
طبقہ سفلی میں۔ انعام اول اسعد اللہ خان، دوم شکیل احمد، سوم شہاب الدین بستوی۔

بڑے طلبہ کے دار الاقامہ میں جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام یہ انعامی مقابلے ہوئے،
طبقہ علیا بزم خطابت، انعام اول عبد الوحید بستوی، دوم عبد الرشید اورنگ آبادی، سوم قیصر حسین۔
طبقہ سفلی۔ انعام اول حشمت اللہ دوم نظیر عالم شمسی، سوم راشد ابنگالوی۔

بزم سلیمانی (مقالات) طبقہ علیا، انعام اول، عطاء الرحمٰن (بمبئی) دوم، عبد الرشید اورنگ آبادی۔ سوم، عبد الوحید بستوی۔
طبقہ سفلی، انعام اول حشمت اللہ، دوم، راشد ابنگالوی، سوم، عبد القیوم کشمیری۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک سابق محبوب استاد اور مہتمم مولانا اسحٰق صاحب صدیقی سندیلوی ندوی عرصہ بعد پاکستان سے تشریف لائے، مولانا موصوف کا دار العلوم میں پر جوش خیر مقدم کیا گیا، موصوف کے اعزاز میں جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام ایک استقبالیہ جلسہ ترتیب دیا گیا جس کی صدارت مولانا محمد رابع صاحب ندوی نے کی، سلیمانیہ ہال جو طلبہ اور اساتذہ کی کثیر تعداد اپنے ایک سابق استاد اور مربی کو دیکھنے اور ان کے گراں قدر ارشادات کو سننے کے لئے جمع تھی، تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا اسحٰق جلیس ندوی نے مختصر خصوصی کا تعارف کرایا، اس کے بعد بزرگ محترم کی مفصل، پر مغز اور مفید تقریر ہوئی، مولانا رابع صاحب ندوی کے صدارتی کلمات کے بعد یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

---

۱۵ جون کو بذریعہ ہوائی جہاز مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور مولانا معین اللہ صاحب ندوی عازم حجاز ہوئے، یہ حضرات جولائی کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ سے کراچی پہنچیں گے جہاں ۶ جولائی سے ایشیائی اسلامی کانفرنس، رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام ہو رہی ہے۔

دار العلوم سے اس کانفرنس میں مولانا محمد الحسنی (مدیر البعث الاسلامی) اور مولانا اسحٰق جلیس ندوی (مدیر تعمیر حیات) شرکت فرمائیں گے۔ یہ دونوں حضرات ۲۵ جون کو براہ لاہور کراچی کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔

سالانہ امتحانات کی تیاریوں میں طلبہ منہمک ہو گئے ہیں، مسجد، ہوسٹل، کتب خانہ میں مطالعہ اور تیاری کی فضا طاری ہے۔

دار العلوم کے پرائمری اور ثانوی درجات (معہد دار العلوم) کی موسم گرما میں ایک ماہ کی جو تعطیل ہوئی تھی وہ ۲۰ جون کو ختم ہو رہی ہے۔ سرپرستوں کو اس کی اطلاع دی جا چکی ہے۔

ANNOUNCING

JOURNAL
INSTITUTE OF MUSLIM MINORITY AFFAIRS
KING ABDULAZIZ UNIVERSITY
JEDDAH SAUDI ARABIA

A bi-annual publication devoted to an investigation of the Politics, Economics, Education, History, Literature and Sociology of Muslim minorities around the world.

FIRST ISSUE SUMMER 1978

Contributions are invited from all interested scholars and students.

Manuscripts should be typewritten (double-space) and must conform to standard research requirements.

Kindly address all correspondence to:

MANAGING EDITOR JOURNAL
INSTITUTE OF MUSLIM MINORITY AFFAIRS
KING ABDULAZIZ UNIVERSITY P.O.BOX 1540 JEDDAH SAUDI ARABIA